سالانہ قیمت تین روپیہ آٹھ آنہ (ے۳؍)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۸۹

نور افشاں

پروفیسر محمد اسمٰعیل ایم۔اے } ایڈیٹر انچیف
۱۴ وارث روڈ لاہور

پادری غلام مسیح صاحب } اسسٹنٹ ایڈیٹر
میکلوڈ روڈ ۔ لاہور

پادری ڈبلیو۔ جے۔ کلارک صاحب } مینیجر
ایم۔ اے۔ ایمپرس روڈ ۔ لاہور

جملہ خط و کتابت و ترسیل زر وغیرہ بنام مینیجر صاحب ہونا چاہیئے تمام مضامین و اشتہارات وغیرہ برای اندراج کاغذ کی ایک طرف تحریر کر کے بنام ایڈیٹر رسال فرما کر ممنون فرمائیں۔

حقیقی نور وہ تھا جو دنیا میں آ کے ہر ایک آدمی کو روشن کرتا ہے

جلد ۵۳	ہفتہ وار بروز جمعہ لاہور سے شائع ہوتا ہے۔ ۲۱ اگست ۱۹۲۵ء	نمبر ۳۴

لائل پور چرچ پلپٹ

تم دنیا کے نور ہو۔ متی ۵: ۱۴

ہم پادری وزیر چند صاحب بی اے پاسٹر یو پی چرچ لائلپور کے شکر گزار ہیں۔ کہ اُنہوں نے ہر ہفتہ نور افشاں میں ایک مضمون دینے کا وعدہ فرمایا ہے ہمیں قوی امید ہے کہ ناظرین نور افشاں آپ کے مضامین سے بڑا روحانی اور علمی فائدہ اُٹھایا کرینگے۔ آپ کے مضامین "لائلپور چرچ پلپٹ" کی سرخی کے نیچے شائع ہوا کرینگے نمبر ہذا میں آپ کا پہلا مضمون نذر ناظرین ہے۔ ایڈیٹر۔

خداوند یسُوع مسیح اپنے شاگردوں کو دُنیا کا نُور کہنے سے ان پر ایک عالمگیر صفت عائد کرتا ہے۔ اگر وہ اُنہیں علاقہ جلیل یا ملک کنعان کے نور ٹھہراتا تو اس بات کو آسانی سے سمجھ سکتے تھے۔ مگر شاگردوں کو جو جلیل کے اَن پڑھ اور ناواقف آدمی تھے اور جنہیں اس وقت کے ملکی یا قومی معاملات میں کوئی پوچھتا بھی نہ تھا۔ یہ کہنا کہ تم دُنیا کے نور ہو بلا شبہ خداوند مسیح اُن سے ایک بڑی بھاری توقع رکھتا تھا یہ بات انہیں ایک دم دنیا کے سامنے نمایاں بنا دیتی ہے۔ اور انہیں نہایت ہی اعلیٰ منزل تک پہنچا دیتی ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ وہ اس کی وسعت تک نہیں پہنچتے تھے اور نہ ہی اسکی بلندی تک پرواز کیا تھا۔ پر خداوند یسُوع مسیح چاہتا تھا کہ وہ اس شہر کی طرح نمایاں ہوں جو پہاڑ پر بسا ہے اور ایسے نور ہوں جو اپنے ارد گرد کی حالت تیرگی کو دور کر کے منور کریں نُور دنیا میں ہدایت اور راہنمائی کے لئے ہے۔ نُور سے ارد گرد کی حالت پر روشنی پڑتی ہے۔ اور اُس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ خداوند یسُوع مسیح یہی چاہتا تھا کہ اُس کے لوگ دُنیا میں نور کا کام کریں اور اس پر ایسی روشنی ڈالیں کہ غیر مسیحی لوگوں پر اُن کی اپنی اصلی حقیقت ظاہر ہو۔ اور نور کی ہدایت اور رہنمائی کو اختیار کریں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ ہم اس نور کو یا تو پلنگ کے نیچے یا برتن یا پیمانہ یا تہ خانہ کے نیچے چھپا دیتے ہیں۔ یعنی دنیاوی عیش و آرام اور دنیاداری کی خواہشوں اور تجویزوں کے تلے چھپا دیتے ہیں اور اس طرح اپنی روشنی چمکنے نہیں دیتے۔ ہمیں خبردار رہنا ہے کہ ہمارا نور تاریکی نہ ہو جائے۔

اس نُور کا چشمہ کیا ہے۔ عالم میں نُور کا ایک ہی چشمہ ہے۔ یعنی وہ آفتاب صداقت ازلی و ابدی نور خداوند یسُوع مسیح ہے۔ حقیقی نُور اسی سے ہے۔ وہی ہر ایک شے کو روشن کرتا ہے۔ وہ ہمیں نہ صرف منور کرتا بلکہ خود نُور بنا دیتا۔ بشرطیکہ اس چشمۂ نُور کے ساتھ ہمارا گہرا تعلق ہو۔ یا ہم ایسی جگہ ہوں۔ جہاں سے اُس کی روشنی ہم پر منعکس ہو

منور کی ذمہ داری کیا ہے؟ ایک بڑی بھاری ذمہ داری خداوند یسوع مسیح اپنے لوگوں کے ذمہ ڈالتا ہے۔ جب اُنہیں دُنیا کا نور کہتا ہے۔ اس مادی دنیا میں سورج روشنی کا چشمہ ہے اور دن بھر چمکنے سے روشنی کا ذمہ دار ہے۔ زندگی کے کاروبار کیسے بے ثبات اور غیر یقینی ہو جائیں۔ اگر سورج کا یہ دستور ہو کہ ہفتہ میں دو چار دن تو روشن ہو اور دو چار دن روشنی ہی نہ دے۔ تاہم ہماری روشنی

کس قدر غیر یقینی ہے۔ دنیا ہماری روشنی کی محتاج ہے اور ہم اس ذمہ داری کو بہت کم محسوس کرتے ہیں۔

پھر اس دنیا میں ہر قسم کی حیوانی اور نباتاتی زندگی اور پھولوں اور پتیوں کی رنگت اور خوبصورتی کے لئے سورج کی روشنی ذمہ وار ہے۔ آپ ایک خوبصورت پھول کے گملے کو روشنی سے اُٹھا کر اندھیرے میں رکھ دیں۔ چند ہی دنوں میں اس کے خوبصورت رنگ مدھم پڑ جائینگے۔ کیوں۔ روشنی نہیں ملی۔ تم دُنیا کے نور ہو۔ تم دنیا میں خوبی۔ خوب سیرتی اور زندگی کی حقیقی خوبصورتی کے ایک طرح سے منبع ہو۔ ساری اچھی چیزیں نوروں کے پاس سے آتی ہیں۔ کیا کبھی ہم نے اس بات کو محسوس کیا ہے کہ دُنیا میں نور ہونے کی حیثیت میں دنیا میں ساری نیکی اور خوبی کے ہم ہی ذمہ دار ہیں۔ یہ کس قدر ہولناک بات ہے۔ اگر ہم نور کی بجائے تاریکی ہوں۔ اگر اس دنیا سے سب قسم کی مسیحی زندگی اور خوبیوں کو اور ان کے اثر اور عکس کو خارج کر دیں اور وہ سارے کام جو مسیحی محبت کے سبب کئے جاتے ہیں موقوف ہو جائیں تو پیچھے ایک تاریک اور ہولناک دنیا رہ جاتی ہے۔ جس میں دیندار کو ایک لمحہ بھی زندگی کاٹنا دشوار ہو جائیگا۔

پس میری اور آپ کی ذمہ داری کیا ہے۔ متواتر چمکو اور حقیقی روشنی سے دنیا کو روشن کرو۔ تم دنیا کے نور ہو۔

سیالکوٹ کے مسیحی بشارتی جلسے

بیس جولائی کی شام مناظرہ کا پہلا دن تھا۔ پادری سلطان محمد صاحب افغان کا مضمون نجات تھا۔ اس مضمون کے لئے مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد ابراہیم صاحب مناظر مقرر تھے۔ مگر ایک نہایت ضروری مصروفیت کے باعث وہ حاضر نہ ہو سکے اور قبل از وقت ہی اُنہوں نے معذرت پیش کر دی۔ اس لئے انکی بجائے مولوی مفتی سید محمد شاہ صاحب مولوی فاضل ورئیس المناظرین تشریف لائے۔ پادری سلطان محمد صاحب نے نجات کے مضمون پر چالیس منٹ تقریر کی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

مذہب کی علت غائی نجات ہے۔ اسی کے حصول کے واسطے انسان ریاضت جسمانی اُٹھاتا ہے۔ روزہ رکھتا ہے۔ نفس کشی اور چلہ کشی کرتا ہے۔ ہندوؤں کو دیکھئے کہ وہ اپنے جسم کے اعضا سکھا دیتے ہیں۔ انسان اپنا مال و دولت خدا کی راہ میں صرف کرتا ہے مذہبی فرائض کو سرانجام دیتا ہے۔ بطیب خاطر طرح طرح کی صعوبتیں برداشت کرتا ہے اور اس دنیا کے دُکھ کو دُکھ نہیں جانتا۔ اس لئے کہ فلاح پائے اور نجات حاصل کرے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہندو مذہب کی رو سے نجات حاصل ہو سکتی ہے یا نہیں۔ آریہ سماج کے بانی سوامی دیانند صاحب ستیارتھ پرکاش میں لکھتے ہیں کہ ایشور اپنے بھگتوں کے پاپ بھی معاف نہیں کرتا اور لازم ہے کہ انسان اپنے گناہوں کی پاداش میں سزا اُٹھائے اور سزا کی صورت یہ ہے کہ ہمارے موجودہ اعمال و افعال کے مطابق ہمارا آئندہ جنم ہوگا اور تناسخ کے مسئلہ کے مطابق ہم ایک جنم سے دوسرا جنم اور دوسرے جنم سے تیسرا جنم اختیار کرتے چلے جائینگے اور یہ ایک ایسا سلسلۂ لامتناہی ہے کہ جو ایک دفعہ تناسخ کے چکر میں آ جائے وہ کبھی چھوٹ نہیں سکتا۔ پھر جن باتوں پر مکتی یا نجات موقوف ہے۔ وہ ایسی مشکل اور ناقابل عمل ہیں کہ کسی انسان سے ہو ہی نہیں سکتیں۔ طریق عبادت ایسا دشوار اور اس پر آنا خرچ اُٹھتا ہے کہ غربا اور متوسط الحال لوگوں سے تو درکنار امرا سے بھی اس پر عمل کرنا امر محال ہو وہ قیمتی اشیا جنکا نذر آتش کرنا جزو عبادت ہے۔ امیروں کو بھی اس افراط کے ساتھ میسر نہیں آسکتیں پس جب وہ اعمال جو نجات کے لئے لازمی ہیں۔ کسی سے نہ ہو سکے تو نجات کیونکر حاصل ہوگی۔ لیکن بفرض محال اگر مکتی حاصل بھی ہو جائے تو وہ مکتی دائمی اور ابدی نہیں بلکہ عارضی اور چند روزہ ہے۔ کیونکہ لکھا ہے کہ کچھ عرصہ تک مکتی یافتہ روحیں آرام اُٹھا کر پھر دنیا میں آتی ہیں اور از سر نو سلسلۂ تناسخ میں پھنس جاتی ہیں۔ پس آریہ مذہب کی رو سے نجات غیر ممکن ہے۔

اسلام میں اگر نجات کی تلاش کی جائے تو معلوم ہوگا کہ قرآن شریف بتاتا ہے کہ نجات اعمال صالح پر موقوف ہے ایک سنہلا اصول پیش کرتا ہے کہ ومن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ یعنی جو ذرہ بھر نیکی کا کام کریگا اُس کا اجر پائیگا اور جو ذرہ بھر بدی کا کام کریگا وہ اُس کی سزا پائیگا۔ یہ اصول بادی النظر میں نہایت خوبصورت اور عمدہ معلوم ہوتا ہے لیکن اگر غور کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ کوئی انسان نہیں جس سے سراسر نیکیاں ہی ہوتی چلی جائیں اور بدی سرزد نہ ہو۔ برخلاف اس کے حکما اور فلاسفروں نے انسان کے اندر چار قوتوں کا ہونا بیان کیا ہے جو انسانی اعمال کا مصدر اور سرچشمہ ہیں۔ قوت شہوانی قوت بہیمی۔ قوت سبعی۔ قوت ملکی۔ اب اگر ان قوتوں پر خیال کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ جہاں تین زبردست قوتیں انسان کے اندر اس کے روحانی مقصد کے برخلاف کام کر رہی ہیں۔ وہاں صرف ایک ہی قوت ملکی ہے جو انسان کو نیکی کی تحریک کرتی ہے۔ یہ حال تو ان قوتوں کے تناسب کا ہے کہ تین محرکات بدی کی مجموعی طاقتیں ایک محرک نیکی کے خلاف جہاد کر رہی ہیں۔ پھر اُن کے نتائج ایسے بدیہی ہیں کہ انسانی طبیعت اُن کی طرف فوراً راغب ہو جاتی ہے اور قوت ملکی کے نتائج دامول انسانی آنکھ سے اوجھل اور پوشیدہ ہیں۔ پس کون ہے کہ

(دیکھو صفحہ ۱۱)

نورافشاں

مطبوعہ ۲۱ اگست ۱۹۲۵ء

میرے پاس آؤ مجھ میں قائم رہو

خداوند یسوع مسیح کے عنوان کے کلمات نہایت معنے خیز ہیں۔ عنوان کا جملہ اول اس کی دعوت عامہ کا جزو ہے جسے اگرچہ آنا ہر ایک بشر کے لئے مفید ہو تو بھی بہت کم لوگوں نے فی زمانہ مانا ہے۔ ہندوستان میں اس کی طرف نہایت کم اصحاب کی توجہ ہوئی ہے۔

یسوع مسیح کے پاس آنے میں لاریب ہر ایک ہندوستانی کے لئے سخت دشواریاں ہیں جو اسے اس کے پاس آنے کی مانع ہیں۔ تو بھی تھوڑے دلیر اور حق پرستوں نے کوشش کی کہ وہ اس کی دعوت کو قبول کریں۔ وہ اپنی تمام مشکلات کو پامال کر کے یسوع مسیح کے پاس آ گئے۔ لیکن بہت سے ایسے مسیحی ہر جگہ مل سکتے ہیں۔ جو یسوع مسیح کے پاس آ کر اس قدر اس سے دور ہو گئے جس قدر مسیحی ہونے سے پیشتر بھی دور نہ تھے۔

اس کی وجہ کیا ہو سکتی ہے؟ صرف اس کی وجہ یہی ہو سکتی ہے کہ وہ یسوع مسیح کے پاس تو آئے پر یسوع مسیح میں قیام قبول نہ کیا۔ اپنے اور یسوع مسیح میں یونگی قبول نہ کی۔ یسوع مسیح کی زندگی کے حدود و قیود میں جینا آفت سمجھ کر اس سے الگ کے الگ رہے اس وجہ سے وہ یسوع مسیح کے پاس آ کر دور کے دور رہے ناظرین کرام اس بات کو فراموش نہ کریں کہ یسوع مسیح کے پاس آنے کی دعوت کا مقصد یسوع مسیح کی زندگی میں اس کی دلچسپیوں میں اسکی زندگی کے مشاغل میں قائم و ثابت ہو جیگا ہے۔ اس کا ہو کر جینے کا ہے۔ اس میں رہنے سہنے کا ہے۔ اس کا قائم مقام بننے کا ہے۔ اس کی ذمہ داریوں کے بوجھ اٹھانے کا ہے۔ اس کے ساتھ ایک ہو جانیکا ہے۔ اگر مسیحی یسوع مسیح کے پاس آ کر اس کی دعوت کے مقصد کی تکمیل نہ کرے تو وہ ایک بپتسمہ یافتہ بدنصیب مخلوق ہے جو ابجیات کی ندی کے پاس ٹھیٹ کر پیاسا مر رہا ہے۔

ہندوستان کی ضرورت اور اس کی مرافعت

ہمارے پیارے ملک ہند کی کثیر ضرورہیں۔ اُن ضرورتوں کی کثیر مرافعتیں ہیں۔ لیکن خدا کا کلام جو ہند کی ضرورتوں کی مرافعت پیش کرتا ہے وہ بھی عجیب و غریب ہے۔ اس کا مختصر ذکر ذیل میں کیا جاتا ہے۔ بشرطیکہ اہل ہند اس پر غور فرمائیں وہ ایسے لوگ پیدا کرنے کی اور ایسے لوگ بننے کی فکر کریں جیسے لوگوں کا ذکر بائبل نے کیا ہو مثلاً

۱۔ ہند کو حضرت دانیل جیسے خدا رسیدہ انسانوں کی ضرورت ہے۔ دانیل ۹: ۳-۴ و ۱۱: ۲۵-

۲۔ ہند کو خدا پرست سدرک میسک اور عبد نجو جیسے لوگوں کی ضرورت ہے۔ دانیل ۳: ۷ و ۲۳ و ۲۵ و ۲۸

۳۔ ہند کو پولس رسول جیسے خدا پرست جاں نثاروں کی ضرورت ہے۔ اقرنت ۱۲: ۹ و ۲: ۲ و ۱۳-

۴۔ اہل اختیار حضرت نحمیاہ جیسے درکار ہیں۔ نحمیاہ ۱۳: ۴-۹۔ مکاشفہ ۴: ۱۰ و ۱۱-

۵۔ بیریہ کے لوگوں سے جیسے نیک ذات و شریف لوگوں کی ضرورت ہے۔ اعمال ۱۷: ۱۰-۱۱

۶۔ دوست داؤد اور یونتن جیسے درکار ہیں۔

۷۔ جوان عورتیں حضرت روتھ جیسی ضروری ہیں۔ روتھ ۱: ۱۶-۱۷ و ۲: ۱۲+

۸۔ حافظ و منتظم عورتیں شونمت جیسی درکار ہیں ۲ سلاطین ۴: ۸ و ۱۳-

۹۔ باپ حضرت ابرہام جیسے چاہیے۔ پیدائش ۱۸: ۱۹ امثال ۱۰: ۲۱

۱۰۔ بہنیں مریم اور مارتھا جیسی درکار ہیں لوقا ۱۰: ۳۸-۳۹ یوحنا ۱۲: ۲-

۱۱۔ خاندانوں کے سردار کالب جیسے ضروری ہیں اعمال ۲: ۱۰ گنتی ۱۴: ۲۴ یشوعہ ۱۴: ۱۵-

۱۲۔ جورواں ایسی درکار ہیں جن کا ذکر امثال ۳۱: ۱۰-۳۱ میں آیا ہے۔

۱۳۔ مائیں حضرت حنا اور حضرت مریم جیسی درکار ہیں

۱۴۔ خادم لڑکیاں ایسی درکار ہیں جیسی کہ نعمان سریانی کی خادم لڑکی تھی۔ ۲ سلاطین ۵: ۱-۴-

۱۵۔ مسیح کے خادم برنباس جیسے درکار ہیں اعمال ۱۱: ۱۲-۲۶ تک

کیا ہم ہندوستانی مسیحی عورت و مرد۔ لڑکے لڑکیاں۔ بڑھے جوان۔ مالک و نوکر ہند کی ان ضرورتوں کی مرافعت کر رہے ہیں۔ جنکو خدا کے لوگ اپنے اپنے زمانہ میں پورا کرتے رہے تھے؟ ہر ایک ناظر دیکھے کہ وہ اپنے ملک و قوم کی فلاح و بہبودی کے لئے کیا کر رہا ہے؟ کیا ہندوستانیوں کو ایسے خدام کی ضرورت نہیں۔ جیسے خدام کا ذکر کیا گیا ہے؟ ہر ایک مسیحی کا فرض ہے کہ ہندوستان میں مذکورہ بالا خدمات میں سے کسی نہ کسی خدمت کو ضرور پورا کرے۔

شذرات

یسوع مسیح نے کہا ہے کہ میں دنیا میں آیا ہوں کہ آسمان کی بادشاہت کو زمین پر لاؤں۔ جس کے یہ معنے ہیں کہ وہ دنیا میں اس لئے آیا تھا کہ آسمان کو زمین پر لائے۔ اس کے یہ معنے بھی ہیں۔ کہ اس کے شاگرد آسمان کے باشندے ہیں۔ ان کی روزانہ دعا بھی یہی ہوتی ہے کہ تیری بادشاہت

آوے۔ تیری مرضی جیسے آسمان پر پوری ہوتی ہے ویسی زمین پر پوری ہو۔ اس لئے وہ زمین کے نہیں ہیں بلکہ آسمانی ہیں۔

ایک آلہیات کے عالم کا قول ہے کہ نہ صرف یہ ضروری ہے کہ ہم یہ بات جانیں کہ خدا انسان بن گیا ہے بلکہ ہمیں اس بات کے جاننے کی بھی سخت ضرورت ہے۔ کہ ہم جانیں کہ وہ انسان کس قسم کا ہے۔

بہت سے مسیحیوں کو یسوع مسیح کی بابت نہایت ناقص اور ادھوری واقفیت ہے۔ ان کو چاہئے کہ وہ اُس کی بابت پہلے یہ بات جانیں کہ وہ ایک حقیقی انسان ہے۔ وہ اُسے اپنا حقیقی دوست اور بھائی تسلیم کریں حقیقت میں اگر ہم اسے پہلے اس طرح سمجھیں تو ہم اُسے اعلےٰ و افضل طور سے سمجھنے لگینگے۔

اس بات میں شبہ نہیں کہ یسوع مسیح دنیا کی تاریخ میں بنی آدم کے درمیان نہایت اعلےٰ و افضل انسان ہے۔ وہ اپنی پیدائش میں۔ اپنی زندگی میں۔ اپنی تعلیمات میں۔ اپنے کاموں میں۔ اپنی موت و قیامت میں۔ اپنی ابتدا اور انتہا میں اپنی آپ ہی نظیر ہے۔ وہ بغیر گناہ دنیا میں زندہ رہ کر دکھا گیا۔ اس نے انسانی زندگی میں بےگناہ اور معتدل زندگی کو مُردوں میں سے زندہ کر کے دکھا دیا۔ جو گنہگار انسان کی ملکیت بن گئی جو ایک مدت سے قبر میں پوشیدہ تھی۔

مسیح نے فرمایا کہ جس کو بہت دیا گیا اُس سے بہت طلب کیا جائیگا۔ ہماری ذمہ داریاں ہمارے سرمایہ کے موافق ہوتی ہیں۔ جتنا میں جمع کرتا ہوں اُتنا میں دوسروں کا قرضدار ہوں اور جتنی میری لیاقتیں اور طاقتیں ہیں اتنی ہماری پابندی ہوتی ہے۔

مسیح نے پوچھنے والوں کو بتایا کہ اول حکم یہ ہے کہ تو خداوند اپنے خدا سے اپنے سارے دل اور اپنی ساری جان اور اپنی ساری عقل اور اپنی ساری طاقت سے محبت رکھ۔ یہ محبت مرجع اور مکمل ہے۔ اگر اس میں سے ایک حصہ بھی چھوڑا جاوے تو ہماری محبت ناموافق اور نامقبول ہو جائیگی۔

ہم اکثر چھوٹی بڑی چیزوں کی بابت بہت متفکر رہتے ہیں۔ لیکن کون جانتا ہے کہ چھوٹی چیزیں کونسی ہیں اور بڑی چیزیں کونسی ہیں۔ اس خیال سے ہم غلطی سے چھوٹے بڑے آدمی کا بھی امتیاز کرتے ہیں درحالیکہ خدا کی نظر میں سب یکساں ہیں۔

مسیح مصلوب

اے نادان گلتیو جن کی آنکھوں کے سامنے کھلے طور پر خداوند یسوع مسیح صلیب پر کھینچا گیا۔ کس نے تم کو موہ لیا گلتی ۳: ۱۔

آیت ہذا میں آنکھوں کے سامنے کُھلے طور پر کے الفاظ قابل غور ہیں۔

یہ بات پوشیدہ نہیں کہ جن کے نام یہ خط لکھا گیا اُن کی آنکھوں کے سامنے خداوند مصلوب نہیں ہُوا۔ اسی واسطے اُردو مترجموں نے اِس آیت کے ترجمہ میں گویا کا لفظ رکھ دیا ہے۔ مگر ہمارے خیال میں مقدس پولوس یہی ثابت کرنا چاہتا ہے۔ کہ ہر ایک ایماندار مسیحی کے روبرو خداوند صلیب پر نہ صرف زمانہ گذشتہ میں کھینچا گیا بلکہ اب کھنچا ہُوا ہے۔

اس ایمان کی تشریح یوں الفاظ کی جا سکتی ہے کہ ایمان تین قسم کا ہے۔

۱۔ علم الایمان۔ یعنی ایمان کی بابت جان لینا یہ بات کہ خداوند گنہگاروں کے واسطے مصلوب ہُوا اور اسی بنیاد پر ایمان لایا گیا۔

۲۔ حق الایمان۔ یعنی اس ایمان کی سچائی میں کوئی شک نہ ہو۔ ایمان کی منادی کرنے والوں کی بات پر یقین کر لیا گیا کہ درحقیقت خداوند پر ایمان لانے سے نجات ہوتی ہے۔

۳۔ عین الایمان۔ عین کے معنی عربی میں آنکھ کے ہیں۔ یعنی ایماندار نے اپنی آنکھ سے دیکھ لیا کہ خداوند یسوع مسیح میرے واسطے صلیب پر برہنہ کھنچا ہُوا ہے۔ ٹھیک اسی طرح جیسے کہ عین مصلوبیت کے وقت اس بھیڑ نے جو کوہ کلوری پر موجود تھی خداوند کو صلیب پر کھنچا ہُوا دیکھا۔

پھر بھی بڑا فرق ہے۔ اُن بے ایمانوں میں جو آنکھوں سے دیکھتے ہوئے بھی نہیں دیکھتے تھے۔ اور اوہ حجاب غفلت میں نہ پہچانتے تھے۔ کہ یہ خدا کا بیٹا ہے اور کہتے تھے کہ یہ خدا کا بیٹا ہے۔ وغیرہ۔ اور ان ایمانداروں میں جنہوں نے عین الایمان کی آنکھوں سے دیکھا اور اب دیکھتے ہیں اور مقدس پطرس کی مانند چلا اُٹھتے ہیں کہ تو زندہ خدا کا بیٹا ہے۔ چنانچہ اُن بے ایمانوں میں جن کا ابھی ہم نے بیان کیا ایک صوبیدار جو اپنی ڈیوٹی پر دم تصلیب موجود تھا یہ کہہ کر کہ **درحقیقت یہ خدا کا بیٹا ہے**۔ ہم کو نمونہ دے گیا ہے کہ ہم بھی کہیں کہ درحقیقت یہ خدا کا بیٹا ہے۔

اگر کوئی مسیحی ایماندار ابھی تک اس درجہ تک نہیں پہنچا اور نہ پہنچنے کی کوشش کرتا ہے تو اُسے خوب خیال کر لینا چاہئے۔ کہ اس کا مرتبہ مسیحیت میں اس صوبیدار سے زیادہ نہیں۔ جس کا اشارہ ہُوا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ مسیحی مذہب دیگر مذاہب کی طرح محض کتب کا ذخیرہ نہیں۔ باوجودیکہ مسیحیت اس میں کسی سے پیچھے نہیں۔ مگر وہ مسیحیت اور ہماری نجات کی بنیاد نہیں۔

اور نہ وہ تعلیمات کی بھرمار ہے۔ باوجودیکہ اس بارے میں بھی بفضلہ مسیحیت کم نہیں بلکہ صدہا قدم آگے ہے۔ تاہم نہ وہ مسیحیت کی بنیاد اور نہ نجات کا باعث ہیں۔

اور نہ وہ عبادتوں۔ نمازوں۔ روزوں۔ نیک اعمال۔ ورد وظائف۔ خیرات وغیرہ پر منحصر ہے حالانکہ اس معاملہ میں مسیحیت کل دیگر مذاہب پر سبقت لے گئی ہے۔ تاہم کسی کی نجات ان باتوں پر موقوف نہیں اور نہ مسیحیت سے ان باتوں کو تعلق ہے اور نہ نسبت

لیکن مسیحیت کی بنیاد اور نجات کی جڑ خود خداوند یسوع مسیح ہے۔ بشرطیکہ وہ ہماری آنکھوں کے سامنے مصلوب ہوتا ہوا نظر آتا ہے۔

کیونکہ ہماری نجات خداوند کی موت یاں صلیبی موت پر ان معانی میں موقوف ہے کہ ہم اس میں ہوکر اپنے آپ کو اس کے ساتھ مصلوب یقین کریں۔

اس سے ذیل کے نتائج مترتب ہوتے ہیں:۔

۱۔ گناہ کی اہمیت اور اُس کی ڈراؤنی صورت جسے دیکھ کر کوسوں بھاگیں۔

۲۔ گنہگار انسان کی کمزوری اور لاچاری کہ وہ بذاتِ خود اپنے آپ کو بچا نہیں سکتا ہے۔

۳۔ گناہ پر موت کا حکم ہے۔ گناہ کی مزدوری موت ہے۔ یہ حکم گنہگار کے حق میں پورا ہونا چاہئے۔

۴۔ خدا کا انصاف یہی ہے کہ گنہگار میں گناہ سزا پائے اور گنہگار بچا لیا جائے۔

۵۔ خدا کی رحمت یہ ہے کہ گنہگار خداوند کے ساتھ گناہ کے اعتبار سے مصلوب ہوکر تمام نیکوکاری میں زندہ ہو جائے۔ اُسے خدا کی طرف سے عین الایمان کی نعمت نصیب ہو جائے۔ وہ خدا کی فرزندیت کی خوشی حاصل کرے۔

جنہوں نے اسے قبول کیا اس نے انہیں اقتدار بخشا کہ وہ خدا کے فرزند ہوں۔ اے میرے عزیز ہندو بھائیو جو جسم کی نسبت میری ہڈی اور گوشت اور بھائی ہو۔ اور اے مسلمان بھائیو جو خود اولاد اسمٰعیل ہوکر زیادہ حقدار ہو آؤ اور مسیح مصلوب پر نجات کا بھروسہ رکھ کر ہمیشہ کی زندگی کے وارث بنو

کیدار ناتھ منت سکینہ۔

موازنہ انجیل و قرآن

اس نام کی ایک مطبوعہ جدید حال ہی میں مسٹر اے۔ ڈی میتھیوز صاحب۔ ریڈ برن۔ لنڈور منصوری نے شائع کرکے اسلام اور مسیحیت پر ایک احسانِ عظیم کیا ہے۔ قریباً ایک سو اعتقادی۔ اخلاقی معاشرتی و تمدنی مضامین پر بائبل اور قرآن کی اصلی آیات کو ایک دوسری کے بالمقابل رکھ دیا ہے۔ فی زمانہ جس قدر کتب متعلقہ مذاہب شائع ہو رہی ہیں وہ اکثر یکطرفہ شخصی یا جماعتی اعتقاد کے زیر اثر لکھی ہوتی ہیں جس سے صداقت کی تحقیق عوام الناس کے لئے از حد مشکل ہو جاتی ہے۔ مگر موازنہ انجیل و قرآن کے مصنف جناب "خواجہ" صاحب نے ایک طرف قرآنی اور دوسری جانب بائبلی تعلیمات کو رکھ کر مطالعہ کنندگان کی طبع سلیم کو آزادانہ فیصلہ کرنے کی دعوت دی ہے۔ کئی ایسے مضامین بھی ہیں جن کے متعلق قرآن میں کوئی تعلیم نہیں پائی جاتی۔ اور بعض مضامین پر بائبل میں کوئی آیت موجود نہیں۔ دونوں مذاہب کی کتب مقدسہ کی تعلیمات کو پہلو بہ پہلو رکھنے سے مصنف کی اعلیٰ درجہ کی مذہبی فراخدلی اور ایمانداری ثابت ہوتی ہے۔ کاش کہ اہلِ اسلام و ہنود بھی اسی روش کی تقلید کریں تاکہ مذہبی کشاکش میں بہت سی کمی واقع ہو جائے۔ مصنف موازنہ نے قرآن کی اچھی سے اچھی آیات کو لے لیا ہے تاکہ قارئین کرام پر حقیقت حقہ کما حقہٗ مبرہن ہو جائے اور مصنفوں کے لئے ایک قابلِ تقلید و باعثِ رشک نمونہ قائم کرنے میں احسن ابتدا کی ہے۔ ہاں بعض جگہ تقابل کے بعد نوٹ دیئے گئے ہیں۔ مگر غور سے دیکھا تو وہ بھی نہایت ہی غیر جانبدارانہ ہیں۔ جن لوگوں کو اسلام اور مسیحیت کے بوجہ احسن جاننے کا کچھ بھی شوق ہے ان کے لئے یہ کتاب رہبر کامل ثابت ہوگی۔ منادوں اور مبشروں کو جنہیں اہلِ اسلام سے واسطہ پڑتا ہے۔ ضرور اسکی ایک ایک کاپی اپنے پاس رکھنی چاہئے۔ قاصد اور مسیحی اس کے تعریفی ریویو نکال چکے ہیں مگر ہمارا یقین ہے کہ ایسی عمدہ کتاب کو ریویو کی ضرورت نہیں۔ اس [illegible] نے ہمیں یہی سکھا دیا ہے کہ کسی مذہب کے بزرگ کی ذات پر بحث کرنے کی بجائے اس مذہب کی کتابِ مقدس پر ایمانداری سے بحث کرنا سب سے بڑھ کر سچائی کی خدمت کرنا ہے سائز اور حجم کے لحاظ سے قیمت بالکل واجبی ہے۔ یعنے ایک روپیہ جو کہ پتہ مذکورہ بالا یا پنجاب رلیجس بک سوسائٹی لاہور سے مل سکتی ہے۔

خان

مارٹن پور کلیسیا کی بیداری

مارٹن پور ایک مسیحی گاؤں ہے جو کہ عرصہ دراز سے ضلع شیخوپورہ میں آباد ہے۔ یہ گاؤں ڈاکٹر مارٹن صاحب کا آباد کیا ہوا ہے۔ جو کہ امریکن مشن کے ایک ذی عزت اور ہر دل عزیز تھے۔ آپ دینی اور دنیوی معاملات میں ایسے سرخرو تھے کہ آج ملکہ حشر تک لوگوں کی کے حافظہ میں محفوظ رہینگے۔ آپ کی طفیل سے مارٹن پور کی کلیسیا آج اپنے وقت کو جلیل القدر ثابت کر رہی ہے۔ ایک دن وہ تھا جبکہ یہ لوگ زمینداروں کے محتاج اور ہر طرح سے اُن کے زیر بار

تھے۔ آج وہ دن ہے کہ خود سر بنے بیٹھے ہیں اور ہر طرح کے آرام و آسائش سے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ شروع میں جبکہ اس گاؤں کی بنیاد ڈالی گئی تھی تب سے ہی یہ لوگ سرگرم مسیحی تھے۔ لیکن جب سے یہ لوگ اس گاؤں میں آباد ہوئے تب سے ان کے مسیحی اشتیاق میں اور ترقی ہوئی۔ سب سے پہلے انہوں نے اپنے گاؤں میں گرجا بنوایا۔ اس وقت سے آج تک لائق سے لائق پادری صاحبان یہاں پر تعلیم دیتے اور سکھاتے رہے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کے دل مسیح کی طرف اس قدر مائل ہو گئے کہ اپنے گھروں پر خانگی عبادت شروع کر دی۔ منجانب اللہ ان کے دل میں ایسی لو لگی کہ آج تک مسیح کی اتباع میں ثابت قدم چلے آ رہے ہیں اور امیدوار ہیں کہ جب تک جیتے رہیں مسیح کی محبت میں ثابت قدم رہیں۔ دیگر اپنے نصاب سے زکوٰۃ دینے میں ذرا بھی نہیں جھجکتے۔ ابھی تھوڑے عرصہ کا واقعہ ہے کہ ایس ایم۔ ایس کے چند پادری صاحبان یہاں پر تشریف لائے تھے۔ اور انہوں نے چند ایک دلپذیر لکچر دئے۔ جنکو سب لوگ بڑے شوق سے سنتے تھے۔

دوسرے دن الوداع ہونے پر چندہ کا حساب کیا تو ۱۵۰ روپے کے قریب ہوا۔ ان دنوں میں تو گاؤں کی رونق دن بڑھ رہی ہے۔ چونکہ مسٹر جلال الدین بی۔ اے وہاں پر پادری صاحب اور سکول کے ہیڈ ماسٹر صاحب ہو کر آ گئے ہیں۔ جو کہ موجودہ علم و ہنر میں بہت قابلیت رکھتے ہیں۔ اس وجہ سے سبت کے دن عبادت میں لوگوں کا بہت ہجوم ہوا کرتا ہے۔ اور سب کے سب باآرام وعظ سنا کرتے ہیں۔ اور وعظ بھی ایسا پر تاثیر ہوا کرتا ہے کہ ہر اتوار کے روز تمام مسیحی تر و تازگی حاصل کرتے ہیں۔ ان میں عبادت کی روح ترقی پر ہے۔

علاوہ ازیں بچوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے ایک سکول بنوایا ہوا ہے جس میں لڑکے جماعت اول سے ہشتم تک تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں اور ان کی طفیل سے اس سکول کے طلبا آجکل بہت سے ہائی سکولوں میں اور بہت سے کالجوں میں تعلیم حاصل کر رہے ہیں۔ اور بہت سے تعلیم حاصل کر کے برسر روزگار ہیں۔ مبارک ہو مارٹن پور کی کلیسیا جن کے بچوں کو خداوند کریم نے بہت اچھا موقع دیا ہے کہ وہ دینی اور دنیوی تعلیم حاصل کر کے مسیح یسوع کا نام روشن کریں اور خدا کا جلال ظاہر ہو۔

ایس۔ کے۔ جان

رسالہ کیفیت مباحثہ سیالکوٹ
کے متعلق
سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین
کی پرلطف چٹھی

مکرمی جناب مسٹر مارٹن صاحب دہلوی سینہ میں دردمند دل اور دل میں مسیحی درد رکھنے والے اشخاص میں سے ہیں۔ آپ نے رسالہ کیفیت مباحثہ سیالکوٹ کی ایک جلد سکریٹری انجمن اصلاح المسلمین دہلی کو بغرض مطالعہ دی۔ اسے پڑھکر سکریٹری صاحب نے جو اظہار رائے کیا وہ مسٹر مارٹن صاحب نے ہمیں ارسال فرما دیا ہے۔ جسے ہم درج ذیل کرتے ہوئے مکرر اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اس رسالہ کے پڑھنے سے جو کیفیت سکریٹری صاحب کے دل کی ہوئی وہ جمہور اسلام کی دلی حالت کا نمونہ ہے۔ پس نہایت ہی ضروری ہے کہ ہر ایک مسیحی جس کے گرد نواح کے مسلمین پر احمدی نشر و اشاعت کا اثر معلوم ہوتا ہے۔ رسالہ ہذا کی ایک ایک کاپی ہر غیر احمدی مسلمان کے ہاتھ میں دے اور پھر دیکھئے کہ اس پر احمدیت کی حقیقت کس خوبی و خوش اسلوبی سے منکشف ہو جاتی ہے۔ رسالہ گو ۱۸×۲۲ کے ۳۲ صفحوں کا ہے مگر چند دوستوں کی امداد سے قیمت بہت ہی کم رکھی گئی ہے۔ ضرور ہے کہ جو مسلمان اسے ایک بار مطالعہ کرے سکریٹری صاحب مذکور کا ہم آہنگ ہو کر بول اٹھیگا کہ

میں رسالہ **کیفیت مباحثہ سیالکوٹ** کو مطالعہ کیا۔ طرفین کی طویل خط و کتابت کو دیکھا اور میدان مباحثہ سے مرزائیوں اور خصوصاً فاتح امریکہ مفتی محمد صادق صاحب کا فرار دیکھ کر کوئی تعجب نہ ہوا بلکہ جس بات نے مجھے حیرت میں ڈال دیا وہ یہ ہے کہ آخر مصنف نے اتنا کثیر سرمایہ رسالہ کی اشاعت پر کیوں خرچ کیا۔ کیا مرزائیوں کے فرار کو اپنا قرار لکھنا اور شکست کو فتح بیان کرنا کوئی نئی اور انوکھی بات ہے؟ جس کے ازالہ کی غرض سے معاملہ کی حقیقت کو آشکارا کرنا خان صاحب کے لئے ضروری تھا۔

ابھی کل کی بات ہے کہ امرتسر میں **مرزا آنجہانی غلام احمد قادیانی بذاتِ عالم کے سامنے کسرِ صلیب کی بجائے فتحِ صلیب کر چکے ہیں**۔ لیکن آفرین ہے ہمتِ مرزا صاحب پر کہ جب تک آپ نے داعیِ اجل کو لبیک نہ کہا اور دنیا نے خس کم جہان پاک کا نعرہ نہ لگا لیا آپ کی صدائے فتح بند نہ ہوئی اور منشی غلام احمد رسول قادیانی برابر جھوم جھوم کر کسر صلیب ہی کے گیت گاتے رہے۔ پس اگر مرزائی سنت مرزائیہ پر عمل کریں اور شکست کو فتح اور فرار کو قرار بتائیں تو

یہ امر میرے خیال میں بجائے قابل لعن و طعن ہونے کے لائق ستائش اور آفرین ہے۔ کیونکہ منشی غلام احمد قادیانی کی حقیقی اور سچی پیروی تقلید ہے۔ یہی وہ طرّہ امتیازی ہے جس سے ہم جماعت قادیاں کو مرزا جی کا پکّا اور سچا مقلد کہہ سکتے ہیں۔

کاش جناب مسٹر خان صاحب بجائے اس طویل خط و کتابت کے صرف مرزائیت کا عیسائیت سے کیا تعلق ہے؟ اس موضوع پر کوئی رسالہ لکھ کر آخر میں چند سطروں میں لکھ دیتے کہ بموجب اصطلاح مرزا قادیانی سیالکوٹ میں عیسائیوں کو شکست فاش ہوئی اور ان ذراسی مسیحی مبلغین کو راہ فرار تک نہ مل سکی۔ بس ایک سمجھدار اور مرزائی طرزِ عمل سے واقفکار کے لئے خان صاحب کا اتنا لکھدینا کافی تھا۔ دنیا خوب جان جاتی یہ پھر فاتح امریکہ کی ایسی ہی مقدس فتح ہے جو رسول قادیانی کو عبداللہ آتھم کے مقابلہ پر امرتسر کے میدان میں نصیب ہوئی تھی۔ جس فتح کا اقرار آپ کے اکثر مریدین نے کیا اور خصوصاً نواب محمد علی صاحب نے تو اس فتح پر مرزا صاحب کو کھلی مبارکباد دی ہے (دیکھو نواب صاحب کا خط بنام مرزا)

بہرحال مرزائی فتحیاب ہوئے یا مسیحی اس کو مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں۔ کیونکہ میرے معزز دوستوں کو یاد رہے کہ مرزائی کلرک اور مبلغین پر کسی غیر مسلم طاقت کا کامیاب ہونا مسلمانوں کے لئے حجت نہیں ہے۔ مسلمانوں کی جمہور جماعت بالاتفاق جماعت قادیان کو خارج از اسلام مانتی ہے۔

ان مرزائیوں کا مباحثہ یا مناظرہ سے اعلاء کلمۃ الحق یا علیہ السلام مقصود نہیں ہے۔ بلکہ بھولے بھالے مسلمانوں کو محض اپنی شخصیت جتانا اور اپنا پروپیگنڈا کرنا مقصود ہے۔ غرض مرزائیت کی شکست یا مرزائیوں کا ساجیوں اور عیسائی بھائیوں کے مقابلہ سے ہٹ جانا مرزائیوں کی ہی شکست تصور کی جائیگی۔ جمہور اہل اسلام اس فتح و شکست کے ثمرات سے بالکل علیحدہ ہیں۔

طائفہ مرزائیہ حقیقت میں دین مسیحی کا ایک جزو ہے۔ عیسائی صاحبان مسیح کو مار کر زندہ کرتے ہیں اور یہ (قادیانی) مسیح کو مارنے کے بعد حیات سے بالکل دھو چکے ہیں۔ بہرحال عیسائیوں کے مذہب کی جان اور مذہب عیسوی کا بنیادی پتھر مسیح کا مصلوب ہونا اور مرنا ہے اور اس میں عیسائی اور مرزائی دونوں شریک ہیں۔ وہ مردہ مانتے ہیں تو یہ مردہ سا تسلیم کرتے ہیں۔

اور جب یہ بات ہے تو سچ جانئے میں تو یہی لکھونگا کہ سیالکوٹ میں قدیم عیسائی جماعت جدید عیسائی جماعت پر غالب آئی۔ یا اصل مسیح کے بہادروں نے نقلی مسیح کے سپاہیوں کو بھگا دیا اور ہندوستان میں "آکر فاتح امریکہ مفتوح سیالکوٹ ہوگیا"

(دستخط) سید ممتاز ہاشمی سکریٹری
انجمن اصلاح المسلمین۔ دہلی ۱ ۸/۲۵

رسالہ ہذا میں اس مباحثہ کی کیفیت درج ہے جس میں احمدیوں کی جانب سے جناب مفتی محمد صادق صاحب المشہور بہ فاتح امریکہ مسیحیوں سے مباحثہ کی غرض سے سیالکوٹ تشریف لائے۔ مگر اُن کو اصلی مسیح کے سامنے۔۔ قادیانی مسیح کو لانے کی بالکل جرأت نہ ہوسکی۔ احمدیوں کا کم تعلیمیافتہ جماعتوں یا احمدیت سے ناواقف مسیحیوں و مسلمانوں میں آجکل جو زبردست پراپیگنڈا ہورہا ہے۔ اس کے دفعیہ کے لئے یہ رسالہ تریاق اعظم ہے۔

خان

مرحوم پادری رلارام صاحب انجہانی پاسٹر جالندھر شہر کلیسیا

ہم نہایت رنج و افسوس کے ساتھ اس خبر کو شائع کرتے ہیں کہ ہمارے قابل عزت اور خداوند یسوع مسیح کے وفادار خادم پادری رلارام صاحب پاسٹر جالندھر شہر کلیسیا ۸ اگست ۱۹۲۵ء کے روز لینڈ منور میں انتقال فرما گئے۔ اگر ہم غلطی نہیں کرتے تو آپ ۱۸۸۹ء سے پیشتر سے انجیل کی خدمت میں معروف چلے آئے تھے۔ ایک عرصہ تک آپ نے راولپنڈی میں نہایت سرگرمی سے مسیحی خدمت انجام دی۔ قریباً سولہ یا سترہ برس تک دہرہ دون میں کلیسیا کے پاسبان رہے اور نہایت خوبی اور راستبازی سے وہاں پاسبانی فرائض پورے کرتے رہے۔ اس کے بعد آپ جالندھر شہر کی کلیسیا کے پاسبان ہوکر خداوند کی خدمت کو نہایت خوبی سے انجام دیتے رہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے آپ کی زندگی نہایت اعلیٰ درجہ کے مسیحی کی زندگی تھی۔ آپ نہایت سرگرم اور غیرتمند مسیحی تھے۔ آپ کی زندگی اور کلام اور عمل میں مصنوعات کو دخل نہ تھا۔ آپ ظاہر و باطن میں یکساں تھے۔ بائبل مقدس کے عاشق تھے۔ آپ کی لائبریری ہی بائبل تھی۔ آپ ہمیشہ خالص بائبل ہی سناتے اور سکھاتے رہے۔ جہاں تک ہمیں علم ہے ہم بے دھڑک کہہ سکتے ہیں کہ موجودہ پُشت میں آپ کی جگہ لینے کے لائق کوئی شخص موجود نہیں ہے۔ اس وجہ سے ہمیں جالندھر شہر کی کلیسیا سے اور مرحوم پادری رلارام صاحب کے تمام بچوں سے کمال ہمدردی ہے۔ ہم دل سے دعا کرتے ہیں کہ خداوند جالندھر کی کلیسیا اور مرحوم پادری رلارام صاحب کے تمام بچوں کو صبر و تسلی عطا فرمائے۔ ایڈیٹر۔

نقل روئداد جلسہ ممبران کلیسیاء شہر جالندھر شہر
مورخہ ۱۵ اگست ۱۹۲۵ء

پادری رلارام صاحب جن کا انتقال بمقام لڈھود مورخہ ۱۵۔ اگست ۱۹۲۵ء کو ہوا اس کلیسیا کے پاسبان عرصہ قریب بیس سال سے تھے۔ صاحب موصوف ایک راستباز شخص تھے۔ اور ہندوستانی کلیسیا کی بہبودی اور ترقی کے متعلق ہمیشہ بڑی دلچسپی لیتے رہے۔ چنانچہ جالندھر چرچ انہیں کے عہد میں سلیف سپورٹنگ اور مشنری چرچ بنا ہم سب اُن کی اُس خدمت کا جو پادری رلارام صاحب نے اس کلیسیا کی کی تہ دل سے مشکور ہیں۔ یہ رزولیوشن جملہ ممبران نے ادب سے کھڑے ہو کر منظور کیا اور قرار پایا کہ اس رزولیوشن کی ایک نقل اخبار نور افشاں میں شائع کی جاوے اور ایک نقل اس کی پادری صاحب کے بڑے صاحبزادہ کی خدمت میں ارسال کی جاوے۔ نیز قرار پایا کہ پادری صاحب کی یادگار میں ایک ٹیبلیٹ گرجہ گھر میں لگایا جاوے اور اس کام کے سرانجام دینے کے واسطے حسب ذیل ممبران کی کمیٹی مقرر کی گئی۔

مسٹر ولیم گولکناتھ۔ مسٹر ایس ٹی ڈیوڈ۔ مسٹر سی عبداللہ مسٹر سی میکیون۔

اخبارات پر تبصرہ

ہندوستان کی پھوٹ بھی ہندوستان کی سرزمین کا عجیب پھل ہے۔ جو اہل ہند کی خصلت و سیرت کے تمام اوصاف کا جامع ہے۔ اس پھوٹ کا چھلکا پتلا اور کمزور ہونے کی وجہ سے اندر کے گودا کو اپنے قابو میں رکھنے کی طاقت نہ رکھتا ہوا خود بخود پھٹ جایا کرتا ہے۔ اسی وجہ سے اس کا نام پھوٹ پڑ گیا ہے۔ یہی نقطہ پھوٹ اہل ہند کے باہمی نفاق کی ایک یادگار بن گیا ہے۔ اہل ہند کے باہمی نفاق اور پھوٹ میں کچھ ایسی موزونیت ہوگئی ہے کہ باخبر اصحاب جب اس پھل کو بازاروں میں بکتا دیکھتے ہیں تو انہیں فوراً ہموطنوں کا نفاق وجہ الٰی یاد آجاتا ہے۔

کچھ عرصہ سے ہموطنوں نے پھوٹ کے زخم ملانے کی کوشش کی۔ ہندو مسلم اتحاد کے شور و شغب پیدا کئے۔ اُس کے ایک زخم کے ملانے اور بھرنے کی کوشش کی پھر پھوٹ میں کوڑیوں زخم اور پیدا ہو گئے۔ آخر برسوں کی کوشش و مشقت کے بعد ہموطنوں کے رہنماؤں نے یہی تجربہ کیا کہ ع

زخم بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

پھوٹ کے زخم نہ مٹے۔ برعکس اس کے پھوٹ میں کوڑیوں نئے زخم پیدا ہو گئے۔ ہندوستان کی پھوٹ اور کچھ نہیں پر ہندوستان کے وہ مذاہب ہیں جنہوں نے غیر مذہب ماننے والوں کو ذات برادری سے خارج کرنا اور اُن سے عدم تعاون کرنا پرم دھرم قرار دیا ہے جنہوں نے آجتک ان سے انسانیت کا سلوک کرنا بُرا سمجھا ہے۔ ایسے مذاہب نے ہموطنوں کے باہمی میل ملاپ اور بھائی چارا۔ اور مساوات کے اصول کو فنا کر ڈالا ہے۔ جب تک ہند میں ایسے مذاہب عزت کی نگاہ سے دیکھے جاتے ہیں تب تک ہندوستان میں اتحاد و اتفاق کی کوئی صورت پیدا نہیں ہو سکتی ہے

عدم تعاون کی ناکامی کا تازہ اقبال

جیون تت مطبوعہ ۱۲ اگست لالہ لاجپت رائے صاحب کے اخبار پیپل مطبوعہ ۲ اگست سے نان کوآپریشن کی ناکامی کا مندرجہ ذیل الفاظ میں تازہ اقبال نقل کرتا ہے۔

"جو پارٹی صرف اس وجہ سے ہوا کے ہر ایک جھونکے سے اپنی پالیسی بدل لیتی ہے۔ کیونکہ اس کے لیڈروں نے شروع میں کافی سوچ بچار نہیں کیا کہ کیا کچھ ممکن اور کیا ناممکن ہے اس کے لئے آخر کار ملک کا اعتبار کھو بیٹھنا لازمی ہے۔"

"اب پرچار اور کام کا نیا پروگرام بنانے میں ہمیں اپنی گذشتہ ناکامیابیوں اور آئندہ کے امکانات کو مدنظر رکھنا چاہئے۔ جہاں تک ناکامیابیوں کا تعلق ہے ہم نے پچھلے پانچ سال کے عرصہ میں جن باتوں کو آزمایا اور ترک کر دیا ہے وہ یہ ہیں۔

(۱) کونسلوں کا بائیکاٹ (۲) سکولوں اور کالجوں کا بائیکاٹ (۳) سرکاری عدالتوں کا بائیکاٹ (۴) بردولی میں سول نافرمانی (۵) کونسلوں میں ہر ایک بات میں لگاتار رکاوٹ پیدا کرنا (۶) منتخب شدہ کونسلوں وغیرہ کے عہدوں اور کمیٹیوں کا بائیکاٹ۔ (۷) کانگریس کے عہدیداروں اور کمیٹیوں کے ممبران کے لئے چرخہ کاتنے کی شرط (۹) کانگریس کے تمام عہدیداروں اور کمیٹی کے ممبران کے لئے شدھ کھدر کا لازمی استعمال (۱۰) میونسپل کمیٹیوں و بورڈوں میں نان کوآپریشن۔"

ہندوستان میں تاحال ریت کی رسم

ہندوستان میں جہاں علم و فضل اور تہذیب و شائستگی کا آفتاب ایک عرصہ سے سمت الراس چمکتا آیا ہے جہاں بردہ فروشی خطرناک جرم قرار پا چکی ہے۔ جہاں ہندو آریہ دھرم ماننے والوں نے ہندو دھرم کی عظمت و خوبی پر جنگ مسیحیت و اسلام کا مقابلہ کیا ہے۔ وہاں ہندو دھرم ماننے والی ہندی ریاستوں میں آجتک ریت کی رسم جاری ہے۔ جسے معلوم کر کے ناظرین کرام دنگ رہ جائینگے ہمعصر بندے ماترم لکھتا ہے۔

ریت کی رسم ختم ہونیوالی ہے

ہمارے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ شملہ کی پہاڑی ریاستوں میں ایک رسم "ریت" کے نام سے جاری ہے

جسے خالص طور پر بردہ فروشی کہا جاتا ہے اور جس کے مطابق وہاں عورتیں بھیڑ اور بکریوں کی طرح فروخت کی جاتی ہیں۔ اب یہ خبر انتہائی مسرت کے ساتھ سُنی جائیگی۔ یہ بُری رسم بند ہونے والی ہے۔ اور اس وقت تک ریاست پٹیالہ اور بھگاٹ میں قطعی طور پر بند ہو جانے کے علاوہ متعدد ریاستیں اس پر غور کر رہی ہیں۔

ہمیں معلوم ہُوا ہے کہ اس رسم کو قطعی بند کر دینے کے لئے عنقریب شملہ میں ایک کانفرنس ہونے والی ہے۔ جس میں تمام ریاستوں کے نمائندوں کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ ریاستہائے شملہ بھی شامل ہونگے۔ اور کوشش کی جائیگی کہ تمام ریاستی علاقوں میں سخت قوانین جاری کریں۔ جن سے متاثر ہو کر لوگ اس بری رسم کو چھوڑ دیں۔

پانی پت کی ہڑتال

پانی پت میں ہڑتال ہوئے آج ۱۷ دن گذر چکے ہیں۔ ہنوز روز اول ہی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ محرم کے ایام میں ہندو صاحبان نے دیہات سے ہندو جاٹ منگوا کر مسلمانوں کے ماتمی تہوار میں خلل اندازی کی کوشش کی تھی۔ حکام بالادست نے اپنے حسن انتظام سے نتائج پیدا ہونے نہ دیئے۔ تعزیوں کو مناسب راستہ سے گذروا کر فساد کو روک دیا۔ دوران انتظام میں ہندو صاحبان کسی نہ کسی وجہ سے ناخوش ہو گئے ہڑتال کر دی۔ آج ستارھواں روز ہے۔ غریب غربا کی مصیبت کا کسے خیال۔ ہندو صاحبان کے جذبات اب تک اعتدال پر نہیں آئے۔ نامعلوم وہ زمانہ کب آئیگا جب ہندو مسلمان ایک دوسرے کے مذہبی جذبات کا احترام کیا کرینگے؟

دریاؤں میں طغیانیاں

دریا راوی میں سخت طغیانی آ گئی۔ واٹر ورکس کے کنوئیں راوی کے پانی سے بھر گئے۔ لاہور میں تین چار دن کے لئے پانی کا سخت قحط ہو گیا ہے۔ شاہدرہ اور اس کے قرب و جوار کے کارخانوں اور عمارتوں کو سخت نقصان پہنچا ہے۔ بشن کمپنڈ اوڈ کے تمام مکانات زیر آب ہیں۔ شہر کی طرف دریا کا پانی قلعہ کی دیوار تک پہنچ گیا تھا۔ پرنسکر کا مقام ہے کہ پانی جلد اُتر اُتر گیا ہے دریائے گومتی میں طغیانی کا خطرہ محسوس ہو رہا ہے۔ کئی مقامات زیر آب ہیں۔ دریائے ستلج بھی طغیانی پر ہے۔ ۱۵ اگست کی خبر ہے کہ دریائے ستلج بوجہ طغیانی فیروزپور شہر کی طرف بڑھ رہا ہے۔ تمام رکاوٹیں بیکار ثابت ہو رہی ہیں۔ گاؤں والے خطرہ محسوس کر رہے ہیں۔ اہل شہر بھی خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ اگر چند ایام دریا کا زور شور ایسا ہی رہا تو نقصان کثیر کا اندیشہ ہے۔

صوبوں کی کونسلیں

آل انڈیا نیشنل کانگرس کی سرگرمیاں گو اب تک جاری ہیں۔ پر اُن میں وہ زور شور نہیں رہا جو تحریک عدم تعاون کی ابتدا میں تھا۔ کانگرس کی مختلف پارٹیاں قوم پرستوں کے مختلف گروہ بنکر کام میں مصروف ہیں۔ آجکل سوراجی پارٹی ایک سرگرم پارٹی ہے جس نے یہ تہیہ کیا ہوا ہے کہ گورنمنٹ سے تعاون کرکے گورنمنٹ کو کونسلوں اور اسمبلی میں شکست دی جائے ہر صوبہ کی کونسل میں آجکل سوراجی ہی گورنمنٹ کا مقابلہ کرتے نظر آتے ہیں۔ یہ پارٹی ہند کی ماڈریٹ پارٹی کو قریباً شکست دے چکی ہے۔ فی الحال کسی کو معلوم نہیں کہ سوراجیہ پارٹی کی مزاحمت گورنمنٹ کے نظام موجودہ کی راہ کو کہانتک دشوار بنانیوالی ہے۔

لارڈ ریڈنگ کی تشریف آوری پر ہندوستان کی اُمیدیں

اخبار ڈیلی ہیرلڈ رقمطراز ہے کہ لندن میں اس امر کی افواہیں پھیل رہی ہیں کہ گورنمنٹ ہندوستانی سوراجیوں سے سمجھوتہ کے لئے باقاعدہ گفت و شنید کرنا چاہتی ہے۔

خیال کیا جاتا ہے کہ لارڈ ریڈنگ ہندوستان واپس جا کر سوراجی نمائندوں سے مشورہ کرینگے اور مندرجہ ذیل شرائط کی پیشکش کرینگے۔

(۱) مکمل صوبجاتی خود مختاری (۲) سنٹرل گورنمنٹ کے مسائل پر غور کے لئے گول میز کانفرنس کی دعوت کے خلاف ایجی ٹیشن بھی بند کر دیں۔

اگر وہ ان شرائط کو منظور کر لیں۔ اور اگر سمجھوتہ ہو جائے تو ملک معظم موسم سرما میں ہندوستان تشریف لیجاوینگے اور نئی دہلی میں ایک دربار منعقد کرینگے۔

جنگ مراکو

جنگ مراکو میں اہل رف کی ابتدائی فتوحات پر اخباری دنیا میں کچھ عرصہ سے بلاشک اظہار مسرت ہو رہا ہے۔ اس بات میں شبہ نہیں کہ اہل مراکو نے آجتک سپین اور فرانس کی مجموعی طاقت کا مقابلہ نہایت دلیرانہ اور شجاعانہ طور سے کیا۔ جسکی وجہ سے غازی عبدالکریم اور اُسکی سپاہ ہر طرح تعریف و توصیف کی مستحق ہے۔ حق تو یہی تھا کہ گورنمنٹ سپین اور فرانس مراکو کو آزادی دے دیتیں۔ مگر آزادی دینے کے بجائے اب یورپ کی یہ دونوں طاقتیں ملکر غازی عبدالکریم کی طاقت کم کرنے پر اُتر آئی ہیں۔ ہر دو طاقتیں چند دنوں کے بعد باہم ملکر غازی عبدالکریم پر حملہ کرنے والی ہیں جسکی روک تھام کرنا اہل رف کے لئے محال ہے۔ حالات ظاہری سے یہی نتیجہ

نکل سکتا ہے۔ کہ غازی عبدالکریم پر جو حملہ سپین اور فرانس کی طرف سے ہونے والا ہے وہ فیصلہ کن ہوگا۔

خبریں

طہران میں پارلیمنٹ ہوس میں مشہور فارسی شاعر و مصنف شاہنامہ فردوسی کا بت نصب کرنے کی تجویز کی گئی ہے۔ اس پر ۳۰ ہزار روپیہ خرچ آیا ہے۔ جو گورنمنٹ ایران اور دُنیا بھر کے زرتشتی لوگ ادا کرینگے۔ (بند ے ماتزم)

برسلز ۱۴۔ اگست۔ شاہ اور ملکہ بلجیم عنقریب بحیرہ روم کی سیاحت کے لئے تشریف لے جائینگے۔ اور اغلب ہے کہ ہندوستان بھی تشریف لیجائیں۔ (ر)

ٹوکیو ۱۶ اگست۔ نگویا کا ایک تار مظہر ہے کہ طغیانی سے کئی مکانات منہدم ہو گئے ہیں اور سخت نقصان پہنچا ہے۔ نقصان کا اندازہ ایک کروڑ ین لگایا جاتا ہے۔ یقین کیا جاتا ہے کہ نقصانِ جان بھی بہت زیادہ ہُوا ہے۔ (ر)

نوآباد ۱۷ اگست۔ معلوم ہُوا ہے کہ گورنمنٹ بمبئی نے اخبار ہند در کھشک سکھر کے خلاف زیر دفعہ ۱۵۳ الف مختلف فرقوں میں عناد پیدا کرنے کے الزام میں مقدمہ چلانے کی منظوری دے دی ہے (ر)

کلکتہ ۱۸ اگست ڈاکٹر عبداللہ سہروردی نے ۱۸ اگست کو مسٹر کرن سنکر رائے سکریٹری سوراجیہ پارٹی کو حسب ذیل چٹھی لکھی ہے۔

ڈیر کیرن۔ بلاشبہ آپ کو معلوم ہے کہ یہ صرف دیش بندھو کی ذاتی مقناطیسی طاقت اور ان کی ایثار نفسی کی ناقابل مزاحمت اپیل تھی جو مجھے سوراجیہ پارٹی میں لائی تھی۔ ہمارا مرحوم لیڈر کبھی کسی کے مجلسی تعلقات پر پابندی عائد کرنے کی کوشش نہیں کیا کرتا تھا۔ میں ذاتی طور پر ان کی متابعت کرتا تھا۔ اور اُن کی زندگی کے آخری دم تک وفادارانہ طور پر ان کی پیروی کرتا رہا۔ لیکن اب مجلسی تعلقات اور میل ملاقات پر پابندیاں عائد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔ جن کو میں پورا نہیں کرسکتا۔ مجھے افسوس ہے کہ میرے لئے اب سوائے سوراجیہ پارٹی کی ممبری سے مستعفی ہوجانے کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے اگر یہ ریارکس حق بجانب ہیں تو میں مہاتماؤں کی رفاقت کے ناقابل ہوں۔ اور اگر یہ حق بجانب نہیں ہیں تو میرے لئے لازمی ہے کہ ان کا ساتھ چھوڑ دوں (ر)

لارڈ ریڈنگ موجودہ وائسرائے ہند کی میعاد عہدہ آئندہ اپریل میں ختم ہو جائیگی۔ اور اس کے بعد اس میں کوئی توسیع نہ ہوگی۔ (ر)

بالکل مفت

جملہ ناظرینِ نور افشاں کو واضح ہو کہ میرے پاس ملیریا یعنی موسمی بخار کی نہایت مفید دوائی موجود ہے جو صاحب منگوانا چاہیں خود میرے مکان پر آکر یا بذریعہ ڈاک مفت صرف ایک آنہ کا ٹکٹ بھیجکر منگوا سکتے ہیں۔ اگر زیادہ مقدار میں منگوانی ہو تو محصول پارسل جو قریباً ۴ر ہوگا بھیجکر دوا بلاقیمت طلب کریں۔

<u>ملنے کا پتہ</u>:۔ چوہدری سکندر خاں۔ اوڈیول لاج میکلوڈ روڈ۔ لاہور

نوٹ:۔ یاد رہے کہ جو اصحاب بیرونجات سے دوا منگوائینگے۔ اس دوا سے ذاتی فائدہ اُٹھانا اُن پر حرام ہوگا۔



ان حالات میں اپنے اعمالِ حسنہ پر بھروسہ کرے۔ علاوہ ازیں خود قرآنی تعلیم اس امر کی موید ہے کہ انسان چونکہ سب کے سب گنہگار ہیں اور ذرہ بھر بھی ایسی نہیں جبکہ انسان سزا نہ پائے تو انسانی نجات سراسر ناممکن ہو جاتی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں لکھا ہے وان منکم الا وارِدھا کان علےٰ ربک حتماً مقضیاً ثم ننجی الذین اتقوا ونذر الظلمین فیھا جثیا یعنی یہ بات تیرے پروردگار پر واجب ہو چکی ہے کہ تم میں سے ہر ایک انسان دوزخ میں وارد ہوگا۔ پھر ہم متقین کو دوزخ سے چھٹکارا دینگے اور ظالموں کو گھٹنوں کے بل اس میں پڑے رہنے دینگے۔ پس اسلام کی رو سے بھی نجات ایک مشکل امر ہے اور اگر احادیث کی طرف رجوع کیا جائے تو پھر کوئی شخص نجات حاصل کرنے کی امید ہی نہیں رکھ سکتا۔ کیونکہ یہ ناممکن ہے۔ اس کے بعد اگر انجیل کی طرف توجہ کیجائے تو معلوم ہو کہ حضرت مسیح نجات کو اپنی ذاتِ اقدس پر منحصر کرتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ "اے تم جو تھکے اور بڑے بوجھ سے دبے ہوئے ہو میرے پاس آؤ کہ میں تمہیں آرام دونگا" یہ ایک اطمینان بخش وعدہ ہے اور یہ نجات مسیح کس طرح دیتا ہے۔ انجیل میں لکھا ہے کہ "ابن آدم اس لئے نہیں آیا کہ خدمت لے بلکہ اس لئے کہ خدمت کرے اور اپنی جان بہتیروں کے بدلے فدیہ میں دے۔" یعنی مسیح اپنی جان گنہگاروں کے بدلے معاوضہ میں دیتا ہے یہ وہ کام ہے جو کسی اور بانیٔ مذہب نے نہیں کیا۔ راہ بتانے والے تو سب ہیں مگر ترکِ ستم ہو کر بوجھ اُٹھا لینے والا ربنا المسیح کے سوا کوئی نہیں۔ نجات بجز مسیح کے کفارہ کے ہو نہیں سکتی۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم آزاد ہیں اور اعمال کی ہمیں ضرورت نہیں۔ یاد رکھنا چاہیئے کہ عیسائی اعمالِ حسنہ کے کرنے سے منکر نہیں۔ بلکہ انہیں ضروری جانتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک سچے مسیحی کی شناخت یہی ہے۔ مگر ہم نجات کا انحصار اعمالِ حسنہ پر نہیں کرتے۔ کیونکہ کوئی شخص اپنے واجبات سے ہی سبکدوش نہیں ہو سکتا تو زائد الفرض عمل کیا کریگا۔ جو اُسکی برائیوں کا کفارہ ہو سکے۔

اس تقریر کے بعد حضرت پیر سید محمد شاہ صاحب نقض کے لئے کھڑے ہوئے۔ مگر انہوں قطعاً مضمون کو نہ چھوا۔ نہ تو اسلام میں نجات کا ہونا ثابت کیا اور نہ مسیحیت میں جس نجات کا ذکر ہوا تھا اُس کا رد کیا۔ بلکہ اُٹھتے ہی یوں گویا ہوئے۔

انجیل میں لکھا ہے کہ حضرت مسیح کے پاس اُس کے حواری آئے اور اُسے نیک اُستاد کہکر پکارا جس کے جواب میں مسیح نے کہا کہ میں گنہگار انسان ہوں مجھے نیک مت کہو۔ پس جب مسیح انجیل کے بیان کے مطابق ایک گنہگار اور خطاکار انسان تھا تو وہ دوسروں کو کیا نجات دے سکتا ہے۔ دوسری عرض یہ ہے کہ مسیح اگر منجی ہے تو کس لحاظ سے ہے۔ کیا اس لئے کہ وہ اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم ہے۔ یا اس لئے کہ وہ صلیب پر چڑھا یا بلا پدر ہونے کے لحاظ سے۔ اس کی وجہ بیان کی جائے ورنہ میں سمجھونگا کہ آپ گریز کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ نجات کی تعریف بیان کی جائے اور مسیح کی پیش کردہ تعریفِ نجات بتائی جائے (اس کے بعد آپنے پھر اسی تقریر کو دہرایا۔ کیونکہ کچھ وقت باقی تھا۔ اور مضمون ختم ہو چکا تھا اور فرمایا کہ) مجھے بتایا جائے۔ کہ کیا انسان مقصود بالذات نجات ہے؟ اور نجات فطری ہے یا غیر فطری۔ طبعی ہے یا غیر طبعی مسیح نے خود کہا ہے کہ میرے بعد ایک آنے والا ہے میں جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے بھی لائق نہیں۔ یہ حضرت محمد رسول اللہ کی طرف اشارہ ہے۔ کیوں نہ آنحضرت پر ایمان لایا جائے۔

اس کے بعد پادری صاحب اُٹھے اور انہوں نے حسبِ ذیل تقریر کی۔

جناب رئیس الناظرین صاحب ہم نے تو سنا تھا کہ یہاں آپ فن مناظرہ کے مسلم اُستاد ہیں۔ اور ہم نے سمجھا تھا کہ ضرور آپنے مناظر کی حیثیت سے انجیل کا مطالعہ بھی کیا ہوگا۔ مگر آپنے ہماری توقعات کا خون ہی کر دیا۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مسیح کے پاس اُس کے حواریوں نے آکر اُسے نیک اُستاد کہا۔ حالانکہ وہ حواری نہ تھے۔ پھر مسیح نے ہرگز یہ نہیں کہا کہ "میں گنہگار انسان ہوں"۔ حضرت آپنے کبھی انجیل کھول کر بھی دیکھی ہے۔ اپنی انجیل دانی کا ایک اور زبردست ثبوت آپ نے دیا ہے۔ آپ نے فرمایا ہے کہ مسیح نے کہا کہ "میرے بعد ایک آنے والا ہے میں جسکی جوتی کا تسمہ کھولنے کے لائق بھی نہیں" حضرت سلامت یہ یوحنا حضرت مسیح کی نسبت گواہی دے رہا ہے۔ اور آپ انہیں مسیح کے الفاظ کہتے ہیں۔ سو میں اس کے جواب میں کیا عرض کروں۔ آپ پوچھتے ہیں کہ نجات فطری ہے۔ یا غیر فطری طبعی ہے یا غیر طبعی اور خدا جانے اس سے آپ کی مراد کیا ہے۔ مجھے تو یہ سوال مہمل معلوم ہوتا ہے ذرا اس کی تشریح کر دیجیگا اور گذارش ہے کہ میں نے جو ثابت کیا ہے کہ اسلام میں نجات ہرگز نہیں۔ آپ اسکے متعلق کیوں خاموش ہو گئے۔ اس کی تردید ہی کر دیتے یا اُسے تسلیم کر لیتے۔ ہاں انجیل کی نسبت آپ خاموش رہتے تو قرینِ مصلحت تھا۔ کیونکہ اُسے آپ جانتے نہیں۔

اس کے بعد رئیس الناظرین صاحب فرمایا۔

جنابمن مسیح کی گنہگاری از انجیل سے ثابت ہے مسیح یوحنا کے پاس آیا اور نہایت عاجزی کے ساتھ درخواست کی کہ مجھے بپتسمہ دیا جائے۔ اب آپ بتائیں کہ معصوم کو بپتسمہ لینے کی کیا ضرورت پیش آئی۔ معلوم ہو کہ مسیح معصوم نہ تھا۔ علاوہ ازیں مسیح ادنےٰ ثابت ہوا اور یوحنا اعلےٰ۔ اور اگر معصوم ہونا ہی منجی ہونیکی شرط ہے۔ تو انجیل میں اور تین آدمیوں کی نسبت مذکور ہے کہ وہ خدا کے حکموں پر بےعیب چلنے والے تھے۔

تو اُن بے عیب لوگوں کو کیوں منجی نہ مان لیا جائے مسیح کو جب صلیب پر چڑھایا گیا تو وہ بیچارا بہت چیخا چلایا اور چلا کر کہا کہ "اے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا" کیا اس سے مسیح کا محتاج ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ یہودیوں کی رُو سے تو مصلوب ملعون ہوتا ہے۔ پھر کیا مسیح کو آپ ملعون مانتے ہیں اور وہی ملعون نجات دیگا۔ ملعون کی تو نفی بھی کر دیجئے ورنہ ذرا سمجھا جائیگا۔ میں نے پہلے بھی کہا تھا کہ انجیل میں کہیں لکھا ہے کہ مسیح نے کہا کہ میں نیک ... ہوں۔ اب خدا کے لئے غور کر و وہ تو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ میں نیک نہیں ہوں بلکہ میں گنہگار ہوں۔ پھر جب وہ خود نجات کا محتاج ہے۔ دوسروں کو کیونکر نجات دے سکتا ہے مسیح میں کیا مابہ الامتیاز ہے۔ فلسفہ کا ذکر نہ کیجئے۔ میں بھی فلاسفروں۔ کبھی آپ کہتے ہیں فلسفہ دانی۔ کبھی منطق دانی اور کبھی سر مردانی

پادری صاحب نے اس کے جواب میں کہا:۔

میرے محترم رئیس المناظرین صاحب۔ مسیح کی بیگناہی انجیل سے ثابت ہے۔ مسیح نے اپنے دشمنوں کو کہا کہ تم میں سے کون مجھ پر گناہ ثابت کر سکتا ہے اور وہ خاموش رہ گئے۔ پھر اُس نے کہا میں ہمیشہ وہی کام کرتا ہوں جو میرے بھیجنے والے کو پسند آتے ہیں۔ لیکن اس کے خلاف کہیں ایک نقطہ بھی انجیل میں پایا نہیں جاتا۔ جس سے مسیح کی گنہگاری کی طرف اشارہ بھی پایا جا سکے۔ جو بات آپ نے پیش کی ہے وہ سراسر غلط اور آپ کے انجیل سے ناواقف ہونے کی دلیل ہے۔ میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ انجیل میں کہیں یہ لکھا ہوا دکھاؤ کہ مسیح نے کہا کہ میں گنہگار ہوں۔ اور یہ جو اُس نے پوچھا کہ مجھے نیک اُستاد کیوں کہتے ہو یہ در اصل اُس کی الوہیت کی دلیل ہے۔ اُس نے کہا کہ جب تم مجھے نیک کہتے ہو کیا مجھے خدا بھی سمجھتے ہو۔ کیونکہ نیک تو صرف ایک ہی ہے یعنے خدا اور اگر مجھے خدا نہیں سمجھتے تو تمہارا مجھے نیک اُستاد کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔ یہ حضرت مسیح کی الوہیت کی دلیل ہے۔ جسے آپ خوش فہمی سے گنہگاری کی سند تصور کرتے ہیں۔ بپتسمہ لینا بھی گنہگاری کی دلیل نہیں اور نہ اس سے یوحنا کی فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ انجیل میں یوحنا کے الفاظ پڑھیں وہ کہتا ہے کہ میں تو خود تجھ سے بپتسمہ لینے کے لائق ہوں اور کہاں مسیح نے بوقت اصطباغ اقرارِ ذنوب کیا۔ باقی آپ نے بے تعلق باتیں تو بہت کی ہیں جن کے جواب کا میں اپنے آپ کو ذمہ وار نہیں سمجھتا۔ لیکن اُن قرآنی آیات کو چھوتا تک نہیں جو میں نے پیش کی تھیں۔ وہ آیات ہضم ہونے والی نہیں ہیں۔ یاد رکھئے بدہضمی ہو جائیگی۔ کیا آپ تسلیم کر چکے ہیں کہ اسلام میں نجات نہیں۔ اگر تسلیم نہیں کیا تو جواب کیوں نہیں دیتے۔ تردید کیوں نہیں کرتے۔ ابھی میں احادیث پیش کرنے کو ہوں جن سے آپ اور بھی دم بخود ہونگے۔ (باقی آئندہ)

خواجہ

ضرورت

۲/۲

امریکن مشن منٹگمری کے سکول کے لئے ایک اُستاد اور ایک ہیڈ ماسٹر کی ضرورت ہے۔ اُستاد انٹرنس پاس شدہ ہو۔ امیدوار اپنی درخواستیں پتہ ذیل پر روانہ کریں۔

پادری ایل۔ ایل۔ ہیملٹن
امریکن مشن منٹگمری

دریائے راوی میں طغیانی

دریائے راوی میں اس قدر طغیانی آئی کہ میلوں پانی نکلا لاہور کے ہزاروں آدمی اس منظر کو دیکھنے جاتے ہیں

یونگ کرسچن ہائی سکول لدھیانہ

یہ بورڈنگ مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے بہت عرصے سے جاری ہے۔ جس نے ابتدائی تعلیم کو اعلیٰ اور مکمل بنانے کی غرض سے حصہ لوئر پرائمری کی تین جماعتیں ایک امریکن خاتون کی زیر نگرانی کر دی ہیں اور چار ہندوستانی خواتین اُسکی مدد کرتی ہیں اس سے چھوٹے بچوں کی تعلیم کا انتظام بخوبی ہو گیا ہے خرچ خرچ خوراک لوئر پرائمری سے ہائی تک سات روپیہ ماہوار ہے۔ کلاس فیس بحساب سرکاری شرح ہے۔ متفرق اخراجات کے لئے عمر ماہوار فی طالب علم۔ کتابوں اور سٹیشنری کی قیمت اس کے علاوہ ہے۔ پھر جب نئے انتظام کے چالیس فی صدی غیر مسیحی طلبا بھی داخل ہو سکتے ہیں۔

اس سکول میں ہر قسم کا فرنیچر مثلاً میز۔ کرسی۔ الماری وغیرہ بھی تیار ہوتا ہے علاوہ ازیں جز کشا ماعہ سے لے کر ٹوکریاں عه سے عه تک۔ مزید حالات پرنسپل صاحب و ہیڈ ماسٹر سکول ہذا سے دریافت ہو سکتے ہیں۔

بیرنگ ہائی سکول بٹالہ

یہ سکول عرصہ دراز سے مسیحی لڑکوں کی دینی اور دنیوی تعلیم کے لئے جاری ہے اور شہر سے تقریباً ایک میل باہر ایک پر فضا اور صحت افزا مقام پر واقع ہے۔ اس کے متعلق ہوادار بورڈنگ ہاؤس خوشنما کھیل کا میدان۔ لڑکوں کے غسل کے لئے ایک خوش وضع تالاب اور عبادت کے لئے گرجا گھر جماعتوں کے لئے موزوں اور کافی کمرے ہیں۔ سکول کے ماسٹر صاحبان لائق اور اعلےٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ چند لڑکوں کے داخل ہونے کی گنجائش ہے۔ لہٰذا مطلع کیا جاتا ہے کہ داخل ہونے والے طلبا پتہ ذیل پر درخواستیں بھیجیں۔

المشتہر۔ پرنسپل بیرنگ ہائی سکول بٹالہ ضلع گورداسپور

پادری ڈبلیو۔ جے کلارک صاحب ایم۔ اے مینیجر نور افشاں المیریس روڈ لاہور کے لئے پنجابی پریس لاہور میں باہتمام لالہ دیوان چند صاحب پرنٹر کے چھپا۔